آرا وافکار

مولانا عبید اختر رحمانی*

فقاہت راوی کی شرط اور احناف کا موقف [۲]

فقہ راوی کی شرط کی بنیاد کیا ہے؟

رہ گئی یہ بات کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو قلیل الفقہ کیوں کہا گیا ہے۔ اور ان کی روایت کیوں مطلقاً قابل قبول نہیں ہے تو اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام سرخسی کہتے ہیں۔

مع هذا قد اشتهر من الصحابة رضی الله عنهم ومن بعدهم معارضة بعض روایاته بالقیاس، هذا ابن عباس رضی الله عنهما لما سمعه یروی ''توضؤوا مما مسته النار'' قال: ارایت لو توضات بماء سخن اکنت تتوضا منه؟ ارایت لو ادهن اهلك بهن فادهنت به شاربك اکنت تتوضا منه؟ فقد رد خبره بالقیاس حتی روی ان ابا هریرة قال له: یا ابن اخی، اذا اتاك الحدیث فلا تضرب له الامثال، ولا یقال انما رده باعتبار نص آخر عنده، وهو ما روی ان النبی علیه السلام اتی بکتف مؤربة فاکلها وصلی ولم یتوضا لانه لو کان عنده نص لما تکلم بالقیاس ولا اعرض عن اقوی الحجتین او کان سبیله ان یطلب التاریخ بینهما لیعرف الناسخ من المنسوخ، او ان یخصص اللحم من ذلك الخبر بهذا الحدیث، فحیث اشتغل بالقیاس وهو معروف بالفقه والرای من بین الصحابة علی وجه لا یبلغ درجة ابی هریرة فی الفقه درجته عرفنا انه استخار التامل فی روایته اذا کان مخالفا للقیاس، ولما سمعه یروی ''من حمل الجنازة فلیتوضا'' قال: ایلزمنا الوضوء فی حمل عیدان یابسة؟ ولما سمعت عائشة رضی الله عنها ان ابا هریرة یروی ان ولد الزنا شر الثلاثة قالت: کیف یصح هذا وقد قال الله تعالیٰ ''ولا تزر وازرة وزر اخری'' (المصدر السابق)

''باوجود اس کے کہ حضرت ابوہریرہ شرف صحابیت میں مشہور ہیں حضور پاک کے ساتھ سفر وحضر میں طویل وقت گزارا ہے، صحابہ کرام اور بعد کے لوگوں نے ان کی روایتوں کا قیاس کے ساتھ معارضہ کیا ہے۔ یہ حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ جب انہوں نے سنا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جس چیز کو آگ نے چھولیا ہے اس کو استعمال کرنے کے بعد وضو کرو تو انہوں نے کہا کہ اگر میں گرم پانی سے وضو کروں تو کیا میں پھر سے وضو کروں؟ اس کے علاوہ دیکھئے اگر آپ کی بیوی کو کوئی تیل ہدیہ کرے اور وہ یہ تیل آپ کی مونچھوں کو لگا دیں تو کیا آپ اس سے وضو کریں گے؟ خلاصہ کلام کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی روایت کو قیاس سے رد کر دیا۔ اس پر ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نہ نے کہا: اے بھتیجے، جب تم سے کوئی حدیث بیان کی جائے تو اس کے لیے مثالیں نہ بیان کرو۔ اس مثال پر کوئی یہ نہ کہے کہ حضرت ابن عباس نے اس کو دوسری حدیث سے رد کیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضور پاک کے ساتھ دستی کا گوشت لایا گیا تو اس کو کھایا اور وضو نہیں کیا، کیونکہ اگر ان کے پاس نص ہوتا تو وہ قیاس سے کام نہ لیتے اور دو حجتوں میں سے زیادہ مضبوط حجت سے اعراض نہ کرتے یا پھر وہ یہ کرتے کہ دو حدیثوں کی تاریخ معلوم کرتے تا کہ ناسخ اور منسوخ کو جان سکیں یا اس حدیث سے گوشت کو خاص قرار دیں، لیکن یہ سب نہ کر کے جب انہوں نے قیاس سے کام لیا۔ اور حضرات صحابہ کے درمیان حضرت ابن عباس فقہ وافتاء میں جتنے مشہور تھے، اس مقام تک حضرت ابوہریرہ نہیں پہنچتے ہیں۔ تو اس سے ہم نے یہ بات جان لیا کہ انہوں نے روایت سننے کے بعد جب کہ وہ قیاس کے خلاف تھا، غور وفکر سے کام لیا۔ اسی طرح حضرت ابن عباس نے جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے سنا کہ جو کوئی جنازہ کو کاندھا دے تو وہ وضو کرے، اس پر انہوں نے کہا کہ کیا خشک لکڑیوں کو ڈھونے سے بھی ہم پر وضو لازم ہوگا؟ اسی طرح جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زنا سے پیدا ہونے والا بچہ تینوں میں سب سے برا ہے تو انہوں نے کہا: یہ کیسے درست ہو سکتا ہے، جب کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔‘‘

اس کے علاوہ امام سرخسی اس کو بھی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کثرت حدیث سے سختی سے منع کیا تھا اور تنبیہ کی تھی بلکہ خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی اعتراف ملتا ہے کہ اگر اس دور میں ہم نے حدیث کثرت سے بیان کی ہوتی تو ہم کو عمر کے درے کا خوف تھا۔ اس کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر کثرت سے حدیث بیان کرنے پر انکار کیا ہے۔ علاوہ ازیں خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس کا اعتراف تھا کہ ان کی جانب سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت سے احادیث بیان کرنے پر لوگ متعجب ہیں۔ اس پر انہوں نے وضاحت بیان کی کہ میں چونکہ کسی اور مشغلہ میں الجھا ہوا نہیں تھا جب کہ مہاجرین کو تجارت اور انصار کو کھیتی باڑی کا مشغلہ رہتا تھا اور میں ہر وقت حضور پاک کے ساتھ چمٹا رہتا تھا۔ اسی بنا پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں مجھ کو زیادہ یاد ہیں۔ (المصدر السابق)

حضرت ابوہریرہ پر حضرت عائشہ کے استدراکات:

واضح رہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس کے علاوہ بھی استدراکات ہیں

جس میں انہوں نے ان پر اعتراض کیا ہے اور جواب میں کوئی حدیث نہیں بیان کی ہے بلکہ کبھی تو قیاس سے کام لیا ہے اور کبھی عمومات قرآن سے کام لیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے استدراکات کا دائرہ صرف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تک نہیں بلکہ اس کے علاوہ دیگر صحابہ کرام پر بھی ہوا ہے جس کو زرکشی نے ''الاجابة لایراد ما استدرکته عائشة علی الصحابة'' میں جمع کر دیا ہے۔ اس سے بھی فی الجملہ امام سرخسی اور امام عیسیٰ بن ابان کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

فقہ راوی کے ساتھ دیگر شرائط:

یہ سب بیان کرنے کے بعد امام سرخسی کہتے ہیں:

فلمکان مَا اشتهر من السّلف في هذا البَاب قلنَا: مَا وَافق القياس من رِوَايته فهو معمول به، وما خالف القياس فان تلقته الامة بالقبول فهو معمول به، والا فالقياس الصحيح شرعا مقدم على روايته في ما ينسد باب الراى فيه (اصول السرخسي 1/341)

''اسی وجہ سے جو ہم نے ماقبل میں بیان کی ہے کہ سلف نے حضرت ابوہریرہ کی بعض روایات پر انکار کیا ہے۔ ہم نے کہا کہ ان کی جو روایتیں قیاس کے موافق ہوں گی اس پر عمل کیا جائے گا اور جو روایتیں خلاف قیاس ہوں گی تو اگر خلاف قیاس روایت ایسی ہے جس کو امت نے قبول کر لیا ہے تو اس پر عمل کیا جائے، ورنہ قیاس صحیح جو شریعت کے موافق ہو، ان کی ایسی روایت پر مقدم کیا جائے جو بالکلیہ قیاس اور رائے کے خلاف ہو اور اس میں قیاس اور رائے کی کوئی بھی گنجائش نہ رہ گئی ہو۔''

امام سرخسی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ کسی بات کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں، ایک چیز ایک لحاظ سے خلاف قیاس ہوتی ہے اور دوسرے لحاظ سے موافق قیاس، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کوئی ایسی روایت جس پر امت نے عمل نہ کیا، صرف ایک پہلو سے نہیں بلکہ ہر پہلو سے خلاف قیاس ہو تو اس وقت قیاس کو ان کی حدیث پر مقدم کیا جائے گا۔

امام سرخسی نے غیر فقیہ صحابی کی روایت کو خلاف قیاس ہونے کی صورت میں رد کرنے کیلئے چار شرطیں بیان کی ہیں:

- اولاً: وہ روایت صرف اسی ایک غیر فقیہ صحابی کے واسطے سے مروی ہو،
- ثانیاً: امت نے اس پر عمل نہ کیا ہو
- ثالثاً: ہر لحاظ سے خلاف قیاس ہو، قیاس اور رائے کی اس میں کوئی گنجائش نہ ہو۔
- خلاف قیاس ہونا بالبداہت ثابت ہو جائے۔

اگر یہ تمام شرطیں پائی جائیں تب اس وقت قیاس کو مقدم کیا جائے گا۔ (ہم آگے چل کر اس پر بھی بات کریں گے کہ قیاس سے کون سا قیاس مراد ہے)۔

عدل وضبط کے بعد فقہ کی شرط کیوں؟

ایک سوال پھر پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ عادل ہیں اور جو سنتے ہیں وہ یاد رکھتے ہیں تو پھر آپ ان کی روایت کو مطلقاً قبول کیوں نہیں کرتے۔ خلاف قیاس اور موافق قیاس کے پھیر میں کیوں پڑتے ہیں؟ کیوں اس کے لئے کچھ الگ شرائط اور ضوابط بناتے ہیں؟ اس کا جواب دیتے ہوئے امام سرخسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

ولكن نقل الخبر بالمعنى كان مستفيضا فيهم، والوقوف على كل معنى اراده رسول الله صلى الله عليه وسلم بكلامه امر عظيم، فقد اوتي جوامع الكلم على ما قال: اوتيت جوامع الكلم واختصر لي اختصارا، ومعلوم ان الناقل بالمعنى لا ينقل الا بقدر ما فهمه من العبارة، وعند قصور فهم السامع ربما يذهب عليه بعض المراد، وهذا القصور لا يشكل عند المقابلة بما هو فقه (لفظ) رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلتوهم هذا القصور قلنا: اذا انسد باب الراى فى ما روى وتحققت الضرورة بكونه مخالفا للقياس الصحيح فلا بد من تركه، لان كون القياس الصحيح حجة ثابت بالكتاب والسنة والاجماع، فما خالف القياس الصحيح من كل وجه فهو في المعنى مخالف للكتاب والسنة المشهورة والاجماع (اصول السرخسى 1/341)

''بات یہ ہے کہ حدیث کو لفظ کے بجائے معنی کے ساتھ روایت کرنا حضرات صحابہ کرام میں جاری وساری تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں کیا کیا مراد لیا ہے اس کا احاطہ کرنا مشکل اور بڑا کام ہے کیونکہ ان کو جوامع الکلم (بات مختصر لیکن مختصر بات میں معنی کی ایک دنیا فروزاں ہو) دیا گیا تھا اور یہ سب کو معلوم ہے کہ جب بات کو معنی کے ساتھ نقل کیا جائے تو آدمی اپنے عقل اور فہم کے اعتبار سے ہی نقل کرتا ہے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سننے والے کو سمجھنے میں غلطی ہوتی اور مطلب کا بعض پہلو اس سے اوجھل ہوتا ہے۔ اور یہ بات تب ظاہر ہوتی ہے جب روایات کا مقابلہ کیا جائے اس کی روایت سے جس نے اس کو بہتر طور پر سمجھا ہے۔ اسی بنا پر کہ بعض دفعہ مطلب اور مراد کے کچھ پہلو وہم کی بنیاد پر یا کسی اور وجہ سے چھوٹ جاتے ہیں، جب کوئی ایسی روایت سامنے آئے جس سے قیاس ورائے کا ہر پہلو ختم ہوجائے اور یہ بات بالبداہت ثابت ہوجائے کہ مذکورہ روایت خلاف قیاس ہے تو ایسی صورت میں روایت کو ترک کردیا جائے گا، کیونکہ قیاس صحیح کا حجت اور دلیل ہونا کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اور اجماع سے ثابت ہے۔ تو جب کوئی روایت ہر پہلو سے خلاف قیاس ہو تو گویا وہ کتاب اللہ، سنت مشہور اور جماع کے خلاف ہے۔''

امام سرخسی نے جو بات کہی ہے، وہ امام عیسیٰ بن ابان سے ہی مستفاد ہے۔ عیسیٰ بن ابان علیہ الرحمہ نے اپنی بات تفصیل سے کہی ہے اور اپنی رائے کو دلائل سے بیان کیا ہے اس کے علاوہ انہوں نے راوی کی عدم فقاہت کے سبب

قیاس کیخلاف اس کی روایت کورد کرنے میں مزید شرائط بیان کیے ہیں۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ امام عیسیٰ بن ابان کی کوئی کتاب ہم تک نہیں پہنچ سکی یا تاحال نہیں پہنچی ہے، بہرحال اس مسئلہ پر ان کے خیالات کا بڑا حصہ امام جصاص رازی نے اپنی تالیف الفصول فی الاصول میں نقل کر دیا ہے، لہٰذا اس بارے میں امام عیسیٰ بن ابان کی رائے ہم ان کے الفاظ میں اور ان کے عہد سے بہت قریب امام جصاص رازی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

عیسیٰ بن ابان کا موقف:

امام عیسیٰ بن ابانؒ خلاف قیاس ہونے کی صورت میں راوی کے فقیہ ہونے کے قائل ہیں اور غیر فقیہ کی مثال میں انہوں نے حضرت ابو ہریرہ کا نام پیش کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کا نام اس لئے پیش کیا ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ متعدد صحابہ کرام نے ان کی روایت غور وفکر کے بعد لی ہیں یا ان پر قیاس کے ذریعہ اعتراض کیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے دیکھا کہ ان پر امام ابراہیم نخعی نے بھی اعتراض کیا ہے۔ امام نخعی کہتے ہیں کہ لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بعض حدیث پر عمل کرتے اور بعض پر نہ کرتے۔ ایک دوسرے موقع سے امام ابراہیم نخعی زیادہ صراحت کے ساتھ کہتے ہیں کہ لوگ یعنی تابعین کرام ان کی وہ روایتیں جو جنت وجہنم کے تعلق سے ہوتیں اس کو تو لیتے اور جو اس کے علاوہ ہوتیں اس کو نہ لیتے۔ (الفصول فی الاصول 3/127)

ابراہیم نخعی کا قول:

امام نخعی کا یہ قول ثابت شدہ ہے، اس کو مشہور محدث ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں (67/3600) بھی ذکر کیا ہے اور حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں بھی ذکر کیا ہے۔ ابن عساکر نے اس مفہوم کی متعدد روایتیں ذکر کی ہیں۔ امام اعمش سے مروی ہے:

> وکان ابو صالح یحدثنا عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، فکنت آتی ابراھیم فاحدثہ بھا، فلما اکثرت علیہ قال لی ما کانوا یاخذون بکل حدیث ابی ھریرۃ
>
> ''ابوصالح ہم سے حضرت ابو ہریرہ کے واسطے سے حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول پاک نے فرمایا، رسول پاک نے فرمایا، میں ابراہیم کے پاس آتا اور ان سے وہ حدیث بیان کرتا (امام اعمش کا ہی قول ہے کہ ابراہیم حدیث کے پرکھنے والے تھے الفاظ ہیں (کان ابراھیم صیرفیا فی الحدیث) جب میں ایسا زیادہ کرنے لگا یعنی حضرت ابو ہریرہ کی احادیث ان کو زیادہ سنانے لگا تو انہوں نے مجھ سے کہا، ماقبل کے لوگ یعنی حضرات صحابہ وتابعین عظام حضرت ابو ہریرہ کی تمام احادیث پر عمل نہیں کرتے تھے۔''
>
> سفیان عن منصور عن ابراھیم قال: ما کانوا یاخذون من حدیث ابی ھریرۃ الا ما کان من حدیث جنۃ او نار

''ابراہیم نخعی کہتے ہیں حضرات صحابہ وتابعین عظام حضرت ابو ہریرہ کی وہی احادیث قبول کرتے تھے جس میں جنت اور جہنم کا ذکر ہوتا (حلال وحرام کے متعلق ان کی احادیث قبول نہ کرتے۔)''

عن الاعمش قال: كان ابراهيم صيرفيا فى الحديث، فكنت اذا سمعت من احد من اصحابه اتيته به فاعرضه عليه، فحدثته ذات يوم بحديث من حديث ابى صالح عن ابى هريرة فقال ابراهيم: كانوا يتركون شيئا من قوله

اس کا مفاد بھی وہی ہے ماقبل میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ بس اتنا اضافہ ہے کہ ماقبل کے لوگ ان کے اقوال میں سے کچھ چھوڑ بھی دیا کرتے تھے۔

حافظ ذہبی سیر اعلام النبلاء میں نقل کرتے ہیں:

شريك عن مغيرة عن ابراهيم قال: كان اصحابنا يدعون من حديث ابى هريرة (608/2)

''ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب یعنی فقہائے کوفہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کو یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث میں سے کچھ کو چھوڑ دیتے تھے۔''

من حديث ابى هريرة میں دو بات ہو سکتی ہے۔ یا تو من کو تبعیضیہ مانا جائے یعنی یہ بعض افراد کو بتانے کے لیے ہے یا پھر من کو زائد مانا جائے۔ اگر من کو زائد مانا جائے تو ترجمہ ہوگا کہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کو مطلقاً رد کر دیا کرتے تھے۔ اور اگر تبعیض کے معنی میں لایا جائے تو معنی ہوگا کہ بعض احادیث کو رد کرتے تھے۔ میری رائے میں من یہاں حدیث کے بعض جزء پر دلالت کرنے کے لیے ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کتاب العلل میں امام احمد بن حنبل کے واسطہ سے یہ روایت مذکور ہے جس میں واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں پر من تبعیض کے لیے ہے، زائد نہیں ہے:

حدثنا ابو اسامة عن الاعمش قال: كان ابراهيم صيرفيا فى الحديث اجيئه بالحديث، قال: فكتب مما اخذته عن ابى صالح عن ابى هريرة، قال: كانوا يتركون اشياء من احاديث ابى هريرة (كتاب العلل لاحمد، ص 140)

ان اقوال کو حافظ ذہبی نے بھی سیر اعلام النبلاء میں ذکر کیا ہے اور پھر رد کیا ہے۔ حافظ ذہبی یہ قول اور دوسرے اقوال امام ابراہیم نخعی سے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

قلت: هذا لا شیء، بل احتج المسلمون قديما وحديثا بحديثه لحفظه وجلالته واتقانه وفقهه، وناهيك ان مثل ابن عباس يتادب معه ويقول: افت يا ابا هريرة (سير اعلام النبلاء 1/41)

''میں کہتا ہوں، یہ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ مسلمان ہمیشہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادث سے استدلال کرتے چلے آئے ہیں اور ان کے حفظ، جلالت قدر، پختگی اور فقہ کے قائل رہے ہیں۔ ان کی فقاہت کے لیے اتنا کافی ہے کہ حضرت ابن عباس جیسا فقیہ ان کے ساتھ ادب کا معاملہ کرتا تھا اور کہتا تھا اے ابو ہریرہ

فتویٰ دیجئے۔‘‘

عیسیٰ بن ابان کے دلائل:

بہر حال اس وقت ہمارا موضوع حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کی فقاہت نہیں بلکہ امام عیسی بن ابان ہے۔لہٰذا پھر سے اصل بحث کی جانب رخ کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کو فقہ وفتویٰ میں غیر معروف کہنے کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت خلاف قیاس ہونے کی صورت میں مطلقاً رد کر دی جائے گی بلکہ اس کے لیے کچھ شرائط ہیں، کچھ ضوابط ہیں۔

امام عیسیٰ بن ابان کہتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عدالت اور حفظ وضبط میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن یہ بات ہے کہ ان کا فقہی مقام ومرتبہ وہ نہیں تھا جو دیگر فقہ واجتہاد میں معروف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا۔علاوہ ازیں بعض صحابہ کرام نے ان کی روایت کو قیاس کے ذریعہ رد کیا ہے، جیسے حضرت عباس سے جب یہ بات کہی گئی کہ آگ کو مس کی ہوئی چیز استعمال کرنے سے وضو کرو تو اس کا رد انہوں نے قیاس کے ذریعہ کیا۔ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ زنا سے پیدا ہونے والا بچہ تینوں میں سے برا ہے (ماں باپ کے بعد) تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اگر بات ایسی ہی ہے تو پھر بدکاری کے الزام میں قابل حد حاملہ عورت کو بچہ جننے کی مہلت کیوں دی جاتی ہے؟ اس موقع سے حضرت عائشہ نے کوئی دوسری روایت نہ پیش کر کے قرآن کی آیت لاتزر وازرۃ وزر اخری کے عموم سے استدلال کیا۔اسی طرح روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نیا یک پاؤں میں موزہ پہن کر چلنے سے ممانعت کی روایت کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔

اس کے علاوہ عیسیٰ بن ابان دوسرے نظائر پیش کرتے ہیں جہاں صحابہ کرام نے ان کی کثرت روایت پر انکار کیا اور تعجب کیا اور حضرت عائشہ نے تو ٹوکا بھی کہ رسول پاک تمہاری طرح جلدی جلدی بات نہیں کرتے تھے، وہ تو اتنے ٹھہر کر بیان کرتے تھے کہ کوئی ان کی باتوں کو شمار کرنا چاہے تو شمار کر لے۔(الفصول فی الاصول 3/128)

یہ سب مثالیں عیسیٰ بن ابان سے نقل کرنے کے بعد امام بصاص رازی عیسی بن ابان رحمہ اللہ کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قال ابوبکر رحمه الله: جعل عیسی رحمه الله ما ظهر من مقابلة السلف لحدیث ابی هریرة بقیاس الاصول وتثبیتهم فیه علة لجواز مقابلة روایاته بالقیاس، فما وافق القیاس منها قبله وما خالفه لم یقبله، الا ان یکون خبرا قبله الصحابة فیتبعون فیه (الفصول فی الاصول3/129)

’’امام بصاص رازی کہتے ہیں سلف سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا قیاس کے اصول سے معارضہ کرنے اور اس میں مزید غور وفکر نے اس پر آمادہ کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا قیاس

سے مقابلہ کیا جائے تو ان کی جو روایت قیاس کے موافق ہوئی، اسے انہوں نے قبول کرلیا اور جو روایت قیاس کے خلاف ہوئی، اسے قبول نہیں کیا۔ ہاں، اگر ان کی کسی خلاف قیاس خبر کو صحابہ و تابعین نے قبول کیا ہے تو اس کو قبول کیا جائے گا۔"

غیر فقیہ راوی کی روایت کو رد کرنے کے لیے مزید شرائط:

عیسیٰ بن ابان کے نزدیک کسی روایت کے خلاف قیاس ہونے کی صورت میں رد کے لیے حسب ذیل شرائط وضوابط ہیں:

یقبل من حدیث ابی هریرة ما لم یرده القیاس ولم یخالف نظائره من السنة المعروفة الا ان یکون شیء من ذلك قبله الصحابة والتابعون ولم یردوه (الفصول فی الاصول 127/3)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سے وہ حدیث قبول کی جائے گی جو قیاس کے خلاف نہ ہو اور اس حدیث کے خلاف اس کی نظیر دوسری مشہور احادیث نہ ہوں۔ ہاں اگر ان سب کے باوجود ایسی روایت کو صحابہ اور تابعین نے قبول کیا ہوگا تو خلاف قیاس ہونے کے باوجود اس روایت کو قبول کیا جائے۔"

ایک دوسرے مقام پر عیسیٰ بن ابان کہتے ہیں:

ویقبل من حدیث ابی هریرة ما لم یتم وهمه فیه لانه کان عدلا (المصدر السابق)

"اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث قبول کی جائے گی جس کے بارے میں مکمل طور پر پتہ چلے کہ ان کو وہم لاحق نہیں ہوا ہے، کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ وہ عادل تھے۔"

اگر یہ تمام شرائط پائی جائیں گی، تب جا کر ایسی روایت خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے رد کر دی جائے گی:

- راوی فقہ اور اجتہاد میں معروف نہ ہو۔
- اس مفہوم کی تائید کرنے والی دیگر روایات نہ ہو، یعنی دوسرے کسی صحابی سے وہی روایت یا اسی مفہوم کی روایت مروی نہ ہو۔
- صحابہ اور تابعین نے مذکورہ راوی کی دیگر روایات پر انکار کیا ہو یا پھر زیر بحث خبر پر اعتراض کیا ہو۔
- دیگر مجتہدین صحابہ کرام اور تابعین نے اس پر عمل نہ کیا ہو۔

ان چار شرائط کے اجتماع کے بعد ہی کسی روایت کو محض اس لئے رد کر دیا جائے گا کہ وہ خلاف قیاس ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عیسیٰ بن ابان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فقہ میں غیر معروف یا غیر فقیہ مانتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے شرف صحابیت کا پورا خیال رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کے عدل اور حفظ وضبط میں کوئی شبہ نہیں ہے اور فقاہت کے ہونے نہ ہونے سے کسی کے عدل وحفظ میں کوئی کمی نہیں آتی۔

بل الذی ذکر عیسی فی کتاب المشهور هو ما قدمنا ذکرہ، مع تقدیمه القول فی مواضع من کتبه بانه عدل مقبول القول والروایة، غیر متهم بالتقول علی رسول الله صلی الله علیه وسلم الا ان الوهم والغلط لکل بنی آدم منه نصیب، فمن اظهر من السلف تثبتا فی روایة تثبتنا فیها واعتبرناها بما وصفنا (الفصول فی الاصول 130/3)

’’بلکہ عیسیٰ بن ابان نے اپنی مشہور کتاب (کتاب الحجج) میں جو کچھ کہا ہے وہ وہی ہے جو ہم نے ماقبل میں ذکر کیا ہے (کہ حضرت ابوہریرہ عادل اور حفظ وضبط میں ممتاز ہیں) یہ بات انہوں نے اپنی مختلف کتابوں میں متعدد مقام پر کہی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ عادل ہیں، قول اور روایت میں مقبول ہیں۔ رسول پاک پر جھوٹی بات گڑھنے والے نہیں ہیں۔ ہاں یہ ہے کہ وہم اور غلطی بنی آدم کا خاصہ ہے تو ان کی جن روایتوں پر سلف نے انکار کیا ہے اور تثبت سے کام لیا ہے، ہم بھی انہی اسلاف کے نقش قدم پر چلیں گے۔‘‘

ایک اعتراض کا جواب:

اب یہاں پر ایک اعتراض ہوسکتا ہے۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے منقول ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رسول اللہ سے بہت زیادہ احادیث بیان کرتا ہے۔ بات یہ ہے کہ میں مسکین آدمی تھا، ہمیشہ رسول پاک سے چمٹا رہتا تھا۔ انصار کو اپنے مشاغل تھے اور مہاجرین کو بازاروں کی مشغولیت رہتی تھی۔ اور میں ایک مرتبہ رسول پاک کی مجلس میں حاضر تھا اور وہ فرما رہے تھے کہ کون اپنی چادر پھیلائے گا تاکہ میں اپنی بات پوری کرلوں، پھر وہ اس کو لے لے تو وہ کوئی ایسی بات نہ بھولے جو مجھ سے سنا ہو۔ تو میں نے اپنے اوپر پڑی چادر کو بچھایا، یہاں تک کہ نبی پاک نے اپنی بات پوری کرلی، پھر میں نے چادر کو لیا تو اس کے بعد میں کچھ بھی نہیں بھولا۔ حضرت ابوہریرہ نے حضور پاک کی باتوں کو یاد رکھا تھا اور اس کی گواہی نبی پاک نے بھی دی ہے، اسی لئے ان کی روایتیں دوسروں سے زیادہ ہیں تو اس کو ان پر وجہ طعن اور وہم کی بنیاد نہیں بنانا چاہئے۔ (الفصول فی الاصول 3/ 130)

اس کا جواب دیتے ہوئے امام جصاص رازی کہتے ہیں کہ اگر ایسی ہی بات ہوتی کہ حضرت ابوہریرہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی کوئی بات نہ بھولنے والے ہوتے تو ان کی روایت کو تمام صحابہ کرام کی روایت پر مطلقاً ترجیح دی جاتی، کیونکہ تمام صحابہ کرام پر بہرحال بھول چوک اور وہم ونسیاں کا خطرہ برقرار تھا سوائے حضرت ابوہریرہ کے؛ لیکن ہم صحابہ کرام اور تابعین عظام کے حالات کا جب مطالعہ کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ بات یہ نہیں تھی۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں کو اکابر صحابہ پر کبھی ترجیح نہیں دی؛ بلکہ بسااوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ ان کی روایتوں کا معارضہ کیا گیا ہے، خود ان پر رد کیا گیا ہے۔ حضرت عباس نے رد کیا، حضرت عائشہ نے رد کیا، ابراہیم نخعی نے رد کیا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ بات وہ نہیں ہے جو معترض سمجھا ہے، بلکہ یہ ہے کہ نہ بھولنے کی بات صرف اور صرف اس ایک مجلس کی تھی جس میں یہ واقعہ پیش آیا، نہ کہ پوری زندگی پر محیط اور کسی بھی بات کے نہ بھولنے کی ضمانت۔

امام جصاص رازی لکھتے ہیں:

اما قوله : انهم يزعمون ان ابا هريرة يكثر الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فانه يدل على انهم قد كانوا انكروا كثرة روايته، واما حفظه لما كان سمعه حتى لا ينسى منه شيئا فانه لو كان كذلك لكانت هذه فضيلة له قد اختص بها وفاز بحظها من سائر الصحابة، ولو كانت هذه لعرفوا ذلك منه واشتهر عندهم امره حتى كان لا يخفى على احد منهم منزلته، ولرجعت الصحابة اليه فى روايته، ولقدموها على روايات غيره لامتناع جواز النسيان عليه وجوازه على غيره، ولكان هذا التشريف والتفضيل الذى اختص به متوارثا فى اعقابه كما خص جعفر بان له جناحين فى الجنة وخص حنظلة بان الملائكة غسلته (الفصول فى الاصول 131/3)

''بہر حال حضرت ابو ہریرہ کا یہ قول کہ "لوگ یہ گمان کرتے ہیں" یہ خود بتا رہا ہے کہ ان کے ہم عصروں نے ان کی کثرت روایت کو عجیب بات سمجھا ہے۔ یہ کہنا کہ ان کا حافظہ ایسا ہو گیا ہے کہ پھر وہ کچھ نہیں بھولتے تھے تو اگر ایسا ہی ہوتا تو یہ ان کی خاص فضیلت ہوتی جس میں وہ دیگر تمام صحابہ کرام سے ممتاز ہوتے اور اس کی شہرت ہوتی یہاں تک کہ سبھی اس کو جان لیتے اور صحابہ کرام کے درمیان جب کوئی اختلاف ہوتا تو وہ حضرت ابو ہریرہ کی جانب رجوع کرتے اور ان کی روایات کو دیگر تمام کی روایات پر ترجیح دیتے کیونکہ وہ نسیان اور بھول چوک سے بری ہو گئے تھے۔ اور ان کی یہ فضیلت خاص کا ذکر ہر دور میں جاری رہتا اور لوگوں میں شہرہ ہوتا جیسا کہ حضرت جعفر ذوالجناحین کے لقب سے مشہور ہیں اور حضرت حنظلہ کو غسیل الملائکہ کہا جاتا ہے۔''

فلما وجدنا امره عند الصحابة بضد ذلك لانهم انكروا كثرة روايته علمنا ان ما روى فى انه لا ينسى شيئا سمعه غلط، وكيف يكون كذلك وقد روى عنه حديث رواه عن النبى عليه السلام وهو قوله فى ما اخبر: ''لا عدوى ولا طيرة''، ثم روى: ''لا يوردن ممرض على مصح''، فقيل له: قد رويت لنا عن النبى عليه السلام قبل ذلك لا عدى ولا طيرة فقال: ما رويته (المصدر السابق)

''لیکن جائزہ کے بعد معاملہ برعکس ملتا ہے کیونکہ متعدد صحابہ کرام نے ان کی کثرت روایت پر انکار کیا ہے۔ اس سے ہم نے جان لیا کہ یہ بات کہ وہ کچھ نہیں بھولیں گے غلط ہے اور ایسا کیسے ہوسکتا ہے جب کہ ان سے ہی منقول ہے کہ انہوں نے لا عدوی ولا طیرۃ کی حدیث نقل کی، پھر یہ حدیث نقل کی: لا یوردن ممرض ۔ پھر جب لوگوں نے کہا کہ آپ نے تو پہلے ایسی حدیث بیان کی تھی تو کہا کہ نہیں، میں نے ایسی کوئی حدیث بیان نہیں کی۔''

اس کے بعد امام جصاص رازی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے

لیے نہ بھولنے کی دعا صرف ایک مجلس سے متعلق تھی۔(الفصول فی الاصول 3/ 131)

امام بصاص رازی کی یہ تاویل کوئی بے جا اور دوراز کار تاویل نہیں ہے کیونکہ اسی حدیث کے متعدد دیگر طرق میں اس کا ذکر موجود ہے کہ بات صرف اسی ایک مجلس کی تھی۔ ہم بحث کو زیادہ نہ پھیلاتے ہوئے صرف بخاری اور نسائی کی روایت پیش کرتے ہیں جس میں تصریح ہے کہ اس ایک خاص مجلس کی بات نہ بھولنے کے بارے میں حضور پاک نے فرمایا تھا:

وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فى حديث يحدثه انه لن يبسط احد ثوبه حتى اقضى مقالتى هذه ثم يجمع اليه ثوبه الا وعى ما اقول، فبسطت نمرة على حتى اذا قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم مقالته جمعتها الى صدرى، فما نسيت من مقالة رسول الله صلى الله عليه وسلم تلك من شىء (صحيح البخارى، الناشر: دار طوق النجاة3/52،رقم الحديث:2047)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری بات مکمل ہونے تک جو کوئی اپنے کپڑے کو پھیلائے رکھے اور بات ختم ہونے پر اسے سمیٹ لے تو جو کچھ میں نے کہا ہے اسے یاد رہے گا۔ یہ سن کر میں نے اپنی چادر بچھائی، جب رسول پاک نے اپنی بات مکمل فرمائی تو میں نے اس کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالیا، اس کے بعد رسول پاک کی وہ بات میں کبھی نہیں بھولا''

یہی روایت نسائی 5/ 372، رقم الحدیث:5835، ابن حنبل فی مسندہ ج2 /ص240 حدیث رقم:7274 اور حلیۃ الاولیاء 1/ 381 وغیرہ میں بھی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جن حضرات نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ غیر فقیہ صحابہ کرام کی روایت خلاف قیاس ہونے کی صورت میں رد کردی جائے گی۔ انہوں نے اسے مطلقاً قابل رد نہیں کہا ہے بلکہ اس کے لیے کچھ دیگر شرائط اور ضوابط کا بھی لحاظ رکھا ہے۔ امام عیسیٰ بن ابان اور امام سرخسی سے مستفاد اصولوں کو ہم ترتیب وار پیش کرتے ہیں اور سبھی کی مختصر تشریح بھی کر دیتے ہیں تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو:

1: وہ روایت صرف اسی ایک غیر فقیہ راوی کے واسطے سے منقول ہو۔

مثلاً ایک روایت صرف حضرت ابوہریرہ ہی سے مروی ہے۔ وہ حضرات جن کے نزدیک فقاہت راوی بھی ایک شرط ہے۔ اگر غیر فقیہ راوی کی روایت کے ساتھ دوسرے صحابی کی روایت مل جائے تو اس وقت یہ روایت خبر واحد نہ رہ کر مشہور ہو جائے گی اور ایسی روایت کو قیاس پر مطلقاً مقدم کر دیا جائے گا

2: ثانیاً امت نے اس پر عمل نہ کیا ہو۔ اگر فقہاء اور مجتہدین نے اس سے استدلال کیا ہے اور اس روایت پر عمل کیا ہے تو بھی روایت قیاس پر مقدم ہوگی۔

3: صحابہ کرام اور تابعین عظام نے اس پر نکیر کیا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جن احادیث پر حضرت صحابہ کرام نے اعتراض کیا ہے، اس کی وجہ سے وہ حدیث اب اس لائق ہوگئی ہے کہ ایک مجتہد اس مین غور وفکر کرے اور غور وفکر کے بعد اس کو قبول کرنے اور قبول نہ کرنے کا فیصلہ کرے۔

4: اس مفہوم کی دوسری روایات اس کی تائید نہ کرتی ہوں۔

اس میں اور شرط نمبر 1 میں باریک سا فرق ہے کہ اگر کسی دوسری روایت کے عموم سے یا مفہوم سے بھی غیر فقیہ راوی کی روایت کی تائید ہوتی تو اس روایت کو قیاس پر مقدم کر دیا جائے گا۔

5: کتاب وسنت کے دوسرے نظائر اس مروی حدیث کے خلاف ہوں۔

مثلاً حدیث مصراۃ کو ہی لیتے ہیں۔ اب دوسری مشہور اور مقبول احادیث کا جو مفہوم اور عموم ہے، وہ اس حدیث کے خلاف ہے۔ مثلاً الخراج بالضمان یا پھر اس مفہوم کی احادیث کہ سامان اور قیمت میں توازن ہونا چاہئے۔

6: ہر پہلو سے خلاف قیاس ہو، قیاس اور رائے کی اس میں کوئی گنجائش نہ ہو۔

فقہ میں قیاس کی دو بنیادی قسمیں ہیں: قیاس جلی اور قیاس خفی۔ اس کے علاوہ ایک مسئلہ صرف ایک پہلو ہی اپنے اندر نہیں رکھتا بلکہ متعدد پہلو اپنے اندر رکھتا ہے، خلاف قیاس ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ قیاس ہر پہلو سے خلاف قیاس ہو۔ کسی بھی پہلو سے اس حدیث کا موافق قیاس ہونا ثابت نہ ہو۔

7: قیاس عقلی نہیں بلکہ قیاس شرعی کے خلاف ہو۔

قیاس کی دو قسمیں ہیں: قیاس عقلی اور قیاس شرعی۔ قیاس عقلی تو عقل سے اندازہ لگانا ہے یہ دنیاوی چیزوں کے بارے میں ہوتا ہے۔ فلاں چیز ایسی ہے اور وہی خصوصیات فلاں چیز میں ہے تو وہ بھی ایسی ہی ہوگی یا ہونی چاہئے، جبکہ قیاس شرعی کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک مسئلہ ایک مجتہد کے سامنے آتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ آیا یہ حکم کتاب اللہ میں ہے۔ اگر ہے تو ٹھیک نہیں ہے تو سنت رسول میں دیکھتا ہے۔ اگر وہاں بھی نہیں ہے تو حضرات صحابہ کرام اور ماقبل کے مجتہدین کا متفقہ قول تلاش کرتا ہے۔ اگر نہیں ملتا تو وہ دیکھتا ہے کہ اس مسئلہ کی بنیادی علت کیا ہے۔ پھر اس علت کو دیکھنا شروع کرتا ہے کہ قرآن کریم کی آیتوں، فرامین رسول پاک اور اجماع صحابہ وتابعین میں میں سے کسی میں یہ علت پائی جارہی ہے یا نہیں۔ اگر پائی جارہی ہے تو وہ اس علت کو اس مسئلہ کی بنیاد بنا کر وہی حکم اس مسئلہ میں بھی جاری کرتا ہے۔ اس کو قیاس شرعی کہتے ہیں کیونکہ یہ صرف کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع پر ہی ہوتا ہے۔

خبر پر قیاس کے مقدم کرنے کے لیے کیسا قیاس معتبر ہے؟

قیاس شرعی میں بھی کچھ اقسام ہیں اور یہ اقسام علت کے اعتبار سے ہیں کہ قیاس کے لیے جس علت کو بنیاد بنایا گیا ہے، اس علت کی خود پوزیشن کیا ہے۔ کبھی علت منصوص ہوتی اور دلیل پر قطعی ہوتی ہے۔ کبھی علت منصوص ہوتی ہے اور دلالت پر ظنی ہوتی ہے، لیکن یہ علت جو منصوص اور ظنی ہے، یہ اس خبر پر جس کے خلاف ہے، راجح ہوتی ہے۔ کبھی منصوص علت ظنی ہوتی ہے اور خبر کے مقابلے میں مرجوح ہوتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دلیل کی قوت کے لحاظ سے منصوص علت اور خبر دونوں ہی برابر ہوتے ہیں، ان حالات میں کہ اگر قیاس کی علت منصوص ہو اور دلالت پر قطعی ہو تو پھر وہ خبر واحد پر

مقدم ہوگی۔ اگر قیاس کی علت منصوص ہو اور ظنی ہو، لیکن دوسری وجوہات سے وہ خبر واحد پر رجحان رکھتی ہو تو اس وقت بھی وہ خبر واحد پر مقدم ہوگی۔ اگر قیاس کی علت منصوص اور ظنی ہے اور خبر واحد بھی ظنی ہے اور دلیل کی قوت کے لحاظ سے دونوں برابر ہیں تو ایسے وقت میں مجتہد اس میں اجتہاد کرے گا اور اس کا جس جانب رجحان ہو، اس کو مقدم کرے گا۔ اگر قیاس کی علت منصوص ہونے کے باوجود خبر واحد کے مقابلے میں مرجوح ہے تو خبر واحد کو مقدم کیا جائے گا۔

علامہ ابن ہمام تحریر میں اور ان کے شارح لکھتے ہیں:

(ان کان) ثبوت العلة (بقاطع) لان النص علی العلة کالنص علی حکمها فحینئذ القیاس قطعی والخبر ظنی والقطعی مقدم قطعا، (فان لم یقطع) بشیء (سوی الاصل) ای بحکمه (وجب الاجتهاد فی الترجیح) فیقدم ما یرجح اذ فیه تعارض ظنین: النص الدال علی العلة وخبر الواحد، ویدخل فی هذا ما اذا کانت العلة منصوصا علیها بظنی، وما اذا کانت مستنبطة (والا) ان انتفی کلا هذین (فالخبر) مقدم علی القیاس لاستوائهما فی الظن، وترجح الخبر علی النص الدال علی العلة بانه یدل علی الحکم بدون واسطة، بخلاف النص الدال علی العلة فانه انما یدل علی الحکم بواسطة العلة (التقریر والتحبیر علی تحریر الکمال ابن الهمام 2/299)

’’اگر علت کا ثبوت قطعی ہو کیونکہ علت کی نص ویسی ہی ہوتی ہے جیسے نص کسی حکم پر ہوتی ہے تو ایسی حالت میں علت کے قطعی ہونے کی صورت میں قیاس قطعی ہوگا اور خبر ظنی ہوگی تو قیاس کو خبر پر مقدم کیا جائے گا۔ اور اگر قطعی نہ ہو اور اصل کے اعتبار سے دونوں برابر ہوں تو اس وقت ترجیح کے لیے اجتہاد کیا جائے گا۔ اور اس کو مقدم کیا جائے گا جو راجح ہو کیونکہ یہاں پر دو ظن میں تعارض ہے۔ ایک خبر واحد اور ایک قیاس کی منصوص علت۔ علت کے منصوص ہونے میں شامل ہے کہ وہ براہ راست نص سے ثابت ہو یا نص سے مستنبط کیا گیا ہو۔ اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں یعنی نہ علت قطعی ہو اور نہ منصوص اور ظنی ہو تو خبر واحد کو مقدم کیا جائے گا۔‘‘

علامہ ابن ہمام ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں کہ خبر واحد کو آپ ظنی مانتے ہیں اور قیاس بھی ظنی ہے تو پھر آپ قیاس اور خبر واحد کے تعارض کی صورت مین مذکورہ دو بالا شرط کیوں لگا رہے ہیں کہ ایسا ایسا ہوگا تو قیاس مقدم ہوگا اور ایسا نہیں ہوگا تو خبر مقدم ہوگی۔ اصول کا تقاضا تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ جب دونوں ظنی ہیں تو چاہے قیاس کی علت منصوص ہو یا نہ ہو قطعی ہو یا نہ ہو، ہر حال میں وجہ ترجیح دیکھی جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ قیاس میں کسی حکم کا اثبات علت کے واسطے سے ہوتا ہے اور خبر واحد میں اسی حکم کا اثبات بغیر علت کے اور براہ راست ہوتا ہے، لہٰذا جب ایک جانب صرف قیاس اور دوسری جانب خبر واحد ہو تو خبر واحد کو مقدم کیا جائے گا۔

8: خبر سے حلال وحرام کی بات کا اثبات ہو رہا ہے۔ اگر صرف استحباب، سنت یا افضل وغیر افضل کی بات ہو تو بھی قیاس پر خبر واحد کو مقدم کیا جائے گا خواہ راوی فقیہ ہو یا غیر فقیہ، چنانچہ امام جصاص رازی لکھتے ہیں:

انما قصد عیسی رحمه الله فی ما ذکره الی بیان حکم الاخبار الواردة فی الحظر

او الایجاب او فی الاباحة ما قد ثبت حظره بالاصول التی ذکرها او حظر ما ثبت اباحته مما کان هذا وصفه، فحکمه جار علی المنهاج الذی ذکرنا فی القبول او الرد۔ واما الاخبار الواردة فی تبقیة الشیء علی اباحة الاصل او نفی حکم لم یکن واجبا فی الاصل او فی استحباب فعل او تفضیل بعض القرب علی بعض، فان هذا عندنا خارج عن الاعتبار الذی قدمنا، وذلک لانه لیس علی النبی علیه السلام بیان کل شیء مباح ولا توقیف الناس علیه بنص یذکره، بل جائز له ترک الناس فیه علی ما کان علیه حال الشیء من الاباحة قبل ورود الشرع، وکذلک لیس علیه تبیین منازل القرب ومراتبها بعد اقامة الدلالة لنا علی کونها قربا، کما انه لیس علیه ان یبین لنا مقادیر ثواب الاعمال (الفصول فی الاصول 3/122)

''عیسیٰ بن ابان علیہ الرحمہ نے احادیث کے قبول وعدم قبول کا ماقبل میں جو معیار بتایا ہے، وہ ان احادیث کے لیے ہے جو کسی چیز کو حرام کرتی یا حلال کرتی ہیں یا کسی چیز کو فرض وواجب کرتی ہیں۔ جو احادیث ایسی ہوں گی تو اس کو اسی معیار پر پرکھا جائے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔ باقی رہ گئی وہ حدیثیں جو کسی چیز کو اصل پر باقی رکھتی ہیں یعنی وہ پہلے بھی حلال تھی اور حدیث میں بھی اس کی حلت کا ذکر ہے یا کسی چیز سے منع کیا گیا ہے جو پہلے بھی واجب نہیں تھی یا کسی فعل کے استحباب کے بارے میں یا بعض اعمال کو بعض پر فضیلت دینے کے بارے میں تو وہ ہماری بحث سے خارج ہے یعنی ایسی احادیث پر ان شرائط کا اطلاق نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ذمہ داری نہی ہے کہ وہ تمام مباحات کو بتائیں اور نہ یہ کہ تمام لوگوں کو اس کے بارے میں نص کے ذریعہ باخبر کرائیں، بلکہ ان کے لیے جائز ہے کہ لوگوں کو اس حال پر چھوڑ دیں جس پر وہ شریعت کے نزول سے پہلے تھے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بھی ضروری نہیں کہ بعض اعمال کے درجات اور مراتب کے بارے میں بتائیں جب کہ آپ نے اس کے عبادت ہونے کو بیان کردیا ہو جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعمال کے ثواب کے درجات کا بتانا ضروری نہیں ہے۔''

خلاصہ کلام:

فقاہت راوی کی شرط اور قیاس کے خبر واحد پر مقدم ہونے کا نظریہ ائمہ احناف سے منقول نہیں، یہ عیسیٰ بن ابان کا تخریج کردہ نظریہ ہے اور بعد کے بعض فقہاء نے اس معاملے میں ان کی پیروی کی ہے، عیسیٰ بن ابان کا یہ نظریہ بھی مطلقاً نہیں ہے، بلکہ وہ راوی کے فقیہ نہ ہونے کی صورت میں خبر واحد پر قیاس کو مقدم کرنے کے لیے چند شرائط وضوابط کا لحاظ کرتے ہیں اور ان شرائط وضوابط کے لحاظ اور خیال کے بعد فقاہت راوی کی شرط کے ماننے والے اور نہ ماننے والے عملی طور سے ایک ہی صف میں ہوجاتے ہیں۔